ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

ستمبر ۱۹۶۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

قیمت ۲۰

مطلعِ انوار

★ —— حال ہی میں حضرت جگرؔ مُراد آبادی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ہے۔ اس موقعہ پر تبرّکاً جگرؔ مرحوم کا کلام ہدیۂ قارئین کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ ربُّ العزّت مرحوم کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے —— آمین!

وہ رسُولِ عربی فخرِ رسُولانِ سَلف
ذاتِ اقدس سے ملا جس کی زمانے کو شرف

اک وہی شمعِ نبوّت جو ضیا بار ہُوئی
ساری تاریک فضا مطلعُ الانوار ہوئی

ہر زمانے میں پیمبر بھی، نبی بھی آئے
مُصلحِ ملّی و مُلکی بھی، رشی بھی آئے

حق کے جو یندہ بھی اور حق کے ولی بھی آئے
واقفِ محرمِ سرِّ ازلی بھی آئے

آئے دُنیا میں بہت پاک مُکرّم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

غم نہ کر مسلمِ حیرت زدہ و مہر بلب
آشنا رنگِ فنا سے نہیں تیرا مذہب

یہ حوادث ہیں ترے تیری ترقّی کے سبب
تیرے حامی ہیں نبیؐ، تیرا نگہبان ہے ربّ

فتنے اکثر بہت اِس طرح کے اُٹھوائے گئے
ایسے دجّال زمانے میں بہت آئے گئے

○

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۶ | جمعۃ المبارک ۷ ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۶۰ء | شمارہ ۲۱

نہری پانی کا تاریخی معاہدہ اور اس کے دور رس نتائج

انگریز کی غلامی سے آزاد ہوتے وقت جب ملکی تقسیم ہونے لگی۔ اسمیں مسلمانوں کے ساتھ بہت سی بے انصافیاں ہوئیں۔ کثرت آبادی کی بنار پر علاقے تقسیم ہوئے تھے۔ مگر بونڈری... کمیشن نے ضلع گورداسپور کو جسمیں مسلمانوں کی اکثریت تھی ہندوستان سے ملا دیا۔ اسی طرح مشرقی پاکستان کی سرحدات میں بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ضلع گورداسپور کے ہندوستان میں ملا دینے سے جہاں ایک اہم سرحدی ضلع سے ہم محروم ہوئے وہاں اس سے ہم کو کشمیر کے الجھاؤ سے دوچار ہونا پڑا۔

ضلع گورداسپور سے ہندوستان کو کشمیر آنے کا راستہ مل گیا۔ اور اس نے اس پر قبضہ جما لیا۔ کشمیر میں سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں اور املاک و اموال تباہ ہوئے۔ مگر فیصلہ کن نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ہندوستان نے اس مسئلہ کو سلامتی کونسل میں پیش کر دیا۔

سلامتی کونسل کے لئے بھی یہ مسئلہ سوہانِ روح بنا رہا۔ وہ نہ پاکستان کی حق تلفی کرنا چاہتی تھی نہ ہندوستان کو اپنی رائے منوا سکتی تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ کشمیر کے مسئلہ نے سلامتی کونسل کے وقار و اعتماد کو خاصا دھکا لگایا۔ ایک آدھ بار جب قطعی اور فیصلہ کن رائے شماری ہوئی تو روس نے حق تنسیخ استعمال کر کے ہندوستان سے مکمل وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے دو ملکوں کی منازعت کی عمر بڑھا دی۔ برائی ہمیشہ برائی کا بچہ دیتی ہے۔ کشمیر کے مسئلہ نے ایک اور لاینحل مسئلہ کھڑا کر دیا اور وہ نہری پانی کا مسئلہ تھا۔ پانی کی تقسیم کچھ اس طرح کی گئی کہ بہت سے ہیڈ ورکس اور دریا تو ہم کو مل گئے تھے۔ مگر ان کے منابع ہمارے بس میں نہ تھے۔ ہر دریا کا منبع کشمیر میں تھا۔ اور وہ اس کا رخ موڑ کر پاکستان کی لاکھوں ایکڑ زمین کو بنجر بنا سکتے تھے اور گذشتہ عرصہ میں سابق ریاست بہاولپور میں اس تماشہ کا ایک منظر منظرِ عام پر آ چکا تھا۔ جسکا تصور بھی ناقابلِ برداشت تھا۔ بھارت گورنمنٹ اس اثنار میں تھوڑا بہت پانی دیتی رہی لیکن پاکستانی اضلاع لاہور شیخوپورہ۔ ملتان۔ لائلپور وغیرہ زرخیز اضلاع کے عوام اپنے تاریک مستقبل سے پریشان تھے۔ ستلج، بیاس۔ راوی ہر سہ دریاؤں سے مشرقی پنجاب کی زمینوں کو سیراب کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے۔ اپنی اہمیت کے لحاظ سے یہ مسئلہ کشمیر کے مسئلہ سے کم اہم نہ تھا۔ ان تین دریاؤں پر بات ختم نہ ہوتی تھی۔ کشمیر پر بھارتی قبضہ نے باقی کے تین دریاؤں کے افادہ کو بھی مشکوک بنا ڈالا تھا چناب، جہلم، سندھ بھی کشمیر ہی سے نکل کر آتے تھے۔ اور ان کا پانی کم کرنے کا خطرہ بھی ہر وقت دامنگیر رہتا تھا۔ کشمیر کے قبضہ اور پھر باہمی نفرت و عداوت کے جذبات کی موجودگی نے نہری مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا تھا۔ پاکستان کے دفاعی معاہدات اور بھارت کے غیر جانبدارانہ رجحانات اور اشتراکیوں سے دوستانہ تعلقات نے رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھیر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء کا فوجی انقلاب آیا اور اپنے ساتھ مسرتوں اور خوش آیند توقعات کا پیغام لایا۔ صدر محمد ایوب خاں نے جھوٹے وقار کے حجابات کو تار تار کر کے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ ہند و پاک بہترین تعلقات کے بغیر دونوں ملکوں کا انجام بخیر نہیں ہے۔ اور یہ کہ ہماری مشکلات کا واحد حل مشترکہ دفاع ہے۔ پہلے پہل یہ نعرہ غیر مانوس تھا۔ ذہن مشترکہ دفاع کی مخالفت ہی سے مانوس تھے۔ اور اسی لئے اس وقت بعض لوگوں نے اس اعلان کو پاکستان کے بنیادی اصول کے خلاف سمجھا اور مسٹر نہرو نے بھی سختی سے انکار کیا۔ حالانکہ مشترکہ دفاع ایک مشترک مرکزی حکومت کے تحت قابلِ بحث تھا۔ مستقل آزاد حکومتوں کا صرف ڈیفنس میں اشتراک کوئی نئی بات نہ تھی۔ صدر پاکستان کی اولوالعزمی کام آئی۔ اور ہوتے ہوتے بدگمانیوں کے بادل چھٹتے چلے گئے۔ یہانتک کہ عالمی بنک اور دیگر دوست ممالک کی مساعی اور اشتراکِ عمل سے پاکستان اور ہندوستان ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ نہری معاہدہ ہو گیا۔ دونوں ملکوں نے آرام کا سانس لیا۔ یہ نہری معاہدہ اگر صرف نہری معاہدہ ہے تو یہ کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن ہماری اس معاہدہ سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ مسئلہ کشمیر کا حل اور اس کے بعد نہایت خوشگوار فضا میں مشترکہ دفاع کے امکانات۔

یہ ضروری نہیں۔ کہ یہ ساری باتیں آج ہی منصّۂ شہود پر آ جائیں۔ مگر ان سب باتوں کے لئے اب راستہ کھل گیا ہے۔ یہ معاہدہ عالمی سطح پر ہوا ہے۔ اور اس میں آیندہ دس سال میں پاکستان کے اندر پانی کا متبادل انتظام کرنے کے لئے پانچ ارب روپے کا منصوبہ تیار ہوا ہے۔ جس میں اسی کروڑ بھارت بھی ادا کرے گا۔

دنیا بھر کے شرفار نے مل کر یہ معاہدہ اس لئے تو نہیں کرایا۔ کہ یہ دونوں ممالک آیندہ چل کر پھر لڑیں، مریں، اور امن عالم کے لئے خطرہ بن جائیں۔

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ بنی نوع انسان پر رحم فرمائے۔ اور خاص کر مسلمانوں کی بگڑی کو بنانے میں غیبی امداد فرمائے۔ آمین!

ہدایت

"ہفت روزہ خدام الدین لاہور" چونکہ ایک دینی تبلیغی پرچہ ہے۔ اس میں کلام مجید اور احادیث شریفہ وغیرہ پاک مضامین شائع ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسے اور اس قسم کے تمام دینی رسالوں کو ردّی میں ہرگز ہرگز فروخت نہ کیا جائے۔ بلکہ.... سہ ماہی یا ششماہی پرچوں کی فائل جلد کرا لی جائے۔ جس کا مطالعہ ہمیشہ کے لئے مفید ہو گا۔ بصورت دیگر بے ادبی کی وجہ سے گناہ ہو گا۔

(مدیر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

نمازِ جمعہ کی تاکید

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی نسبت جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یعنی نماز نہیں پڑھتے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں۔ پھر ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں۔ جو نماز جمعہ کے لئے نہیں آئے ہیں۔ (

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلٰثًا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ۔

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے بلا وجہ نماز جمعہ کو ترک کیا وہ اس کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے۔ جس کی تحریر نہ مٹائی جا سکتی ہے اور نہ تبدیل ہو سکتی ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ تین مرتبہ درج ہیں۔

نمازِ جمعہ کی فضیلت

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: حضرت سلمان کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر ممکن ہو پاکی حاصل کرے اور تیل یا خوشبو لگائے جو گھر میں موجود ہو۔ پھر گھر سے نماز کو نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان مسجد میں گھس کر نہ بیٹھے۔ پھر جس قدر نماز خدا نے اس پر فرض کی ہے اس کو پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش بیٹھا رہے تو اس کے وہ تمام گناہ جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس نے کئے ہیں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہایا۔ پھر مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کو آیا اور جس قدر نماز اس کے مقدر میں تھی اس نے اس کو پڑھا۔ پھر خاموش بیٹھ گیا یہاں تک کہ امام خطبہ سے فارغ ہوا۔ پھر امام کے ساتھ اس نے نماز پڑھی تو اس کے وہ تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جو اس نے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کئے ہیں۔ بلکہ اور تین دن زیادہ کے گناہ۔

جمعہ کی نماز کو سویرے جانے کا ثواب

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسجد میں آنے والوں کی حاضری لکھتے ہیں۔ یعنی جو لوگ پہلے آتے ہیں ان کو پہلے اور جو بعد کو آتے ہیں ان کو بعد میں اور جو شخص جمعہ کی نماز کو پہلے گیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو مکہ میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجے اور جو شخص مسجد میں نماز جمعہ کے لئے دوسرے نمبر پر آیا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو مکہ میں قربانی کے لئے گائے بھیجے۔ پھر جو شخص بعد کو آئے وہ اس کے مانند ہے جو دُنبہ بھیجے۔ پھر جو اس کے بعد آئے۔ وہ اس کے مانند ہے جو مرغی بھیجے۔ اور جو اس کے بعد آئے وہ اس کے مانند ہے۔ جو انڈا بھیجے۔ پھر جب امام خطبے کے لئے اٹھتا ہے۔ تو فرشتے اپنے کاغذات کو لپیٹ لیتے ہیں۔

خطبہ خاموشی سے سُنو

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ اس وقت اگر تو نے اپنے مسلمان بھائی سے یہ بھی کہا۔ کہ خاموش رہ تو تو نے بھی لغو کام کیا۔

کسی کو اُس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يُخَالِفُ اِلٰى مَقْعَدِهٖ فَيَقْعُدُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَّقُوْلُ اَفْسِحُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے نہ اُٹھائے۔ اور پھر اس کی جگہ خود بیٹھنے کا ارادہ نہ کرے۔ بلکہ اُس کو یہ چاہئے۔ کہ وہ کشادگی کی خواہش کرے۔

تارکِ نماز دوزخی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۶۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ۔ اما بعد

گذشتہ اُمّتوں کی تباہی کا باعث فقط اپنے نبی کی مخالفت ہی تو تھا

اس کے شواہد

پہلا شاہد

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت دینا

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- البتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا - پس اُس نے کہا - اے میری قوم ! اللہ کی بندگی کرو - اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں - میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں -

حضرت نوح علیہ السّلام کو سرداران قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- اس کی قوم کے سرداروں نے کہا - ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں -

سرداران قوم کے اعتراض کا حضرت نوح علیہ السّلام کی طرف سے جواب

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- فرمایا - اے میری قوم ! میں ہرگز گمراہ نہیں ہوں - لیکن میں جہان کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں -

کس کام کے لئے بھیجا گیا ہوں

اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَکُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- تمہیں اپنے رب کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں - اور اللہ تعالٰی کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں - جو تم نہیں جانتے -

کیا تمہیں اس بات کا تعجب ہوا

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- کیا تمہیں اس بات کا تعجب ہوا - کہ تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی ہے - تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ -

بالآخر نتیجہ یہ نکلا

فَکَذَّبُوْہُ فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

ترجمہ :- پھر انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بچا لیا - اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے - انہیں غرق کر دیا - بیشک وہ لوگ اندھے تھے -

نبی کی مخالفت

اپنے وقت کے نبی کی مخالفت کرنیکا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالٰے نے اس پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا اور جھٹلانے والوں کو تباہ و برباد کیا - بلکہ صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان بھی مٹا دیا -

عبرت

اے مسلمان کہلانے والو ! جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نبی مان چکے ہو - اگر اس کے خدا تعالٰی کی طرف سے لائے ہوئے پیغام یعنی قرآن مجید کی مخالفت کروگے - تو تم بھی حضرت نوح علیہ السلام کی امت کی طرح تباہ کرنے کے قابل ہو جاؤگے -

ایک فرق

ہاں گذشتہ امتوں اور اس امت میں یہ فرق ہے - کہ وہ سارے کے سارے بجز چند افراد معدودہ کے گمراہ ہو جاتے تھے - اور اس امت میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے فرمان کے مطابق بہتر فرقے گمراہ ہو جائیں گے - لیکن ایک فرقہ مسلمانوں کا حق پر رہے گا - اور اس فرقہ کی برکت سے قرب قیامت تک عام عذاب نہیں آئے گا - اور جب وہ فرقہ ختم ہو جائے گا - تب قیامت آ جائیگی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ قیامت تب آئے گی جب زمین میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا - اور سب کی زندگی گدھوں کی سی ہو جائے گی - وما علینا الا البلاغ

دوسرا شاہد

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا - فرمایا - اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو - اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں - سو کیا تم ڈرتے نہیں -

سرداران قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- اس کی قوم کے کافر سردار بولے - ہم تو تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں -

حضرت ہود علیہ السلام کا سرداران قوم کو جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- فرمایا - اے میری قوم میں بے وقوف نہیں ہوں - اور لیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں

حاصل

کہ میں اپنی طرف سے تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا - بلکہ رب العالمین کا پیغام پہنچانے کے لئے مجھے اللہ تعالےٰ نے بھیجا ہے - اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں -

کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ط (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- کیا تمہیں تعجب ہوا - کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی - تاکہ تمہیں ڈرائے -

خدا تعالیٰ کا احسان یاد کرو

کہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد تمہیں دنیا میں بھیجا

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ج فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف - رکوع ۹ - پارہ ۸)

ترجمہ :- اور یاد کرو - جبکہ تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین بنایا - اور ڈیل ڈول میں تمہیں پھیلاؤ زیادہ دیا - سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو - تاکہ تم نجات پاؤ -

تو چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں اور باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ج (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- انہوں نے کہا - کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے - کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں - اور ہمارے باپ دادا جنہیں پوجتے رہے، انہیں چھوڑ دیں -

ہم تو بت پرستی نہیں چھوڑیں گے تو خدا تعالےٰ سے کہہ کر ہم پر عذاب الٰہی لا -

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸)

ترجمہ :- پس جس چیز سے تو ہمیں ڈراتا ہے - وہ لے آ - اگر تو سچا ہے -

پھر عذاب الٰہی آیا

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ (سورۃ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ :- اور لیکن قوم عاد سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی - اگر تو موجود ہوتا تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا کہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں سو کیا تمہیں ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ اتنے بڑے قوی ہیکل جوان اللہ تعالےٰ کے عذاب سے اس کے نبی ہود علیہ السلام کی مخالفت کے باعث ملیا میٹ کر دیئے گئے - فاعتبروا یا اولی الابصار -

تیسرا شاہد

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا م قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ :- اور ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا - فرمایا - اے میری قوم ! اللہ کی بندگی کرو - اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں - تمہیں تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی ہے - یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے - سو اسے چھوڑ دو - کہ اللہ کی زمین میں کھائے - اور اسے بری طرح سے ہاتھ نہ لگاؤ - ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑے گا -

حاصل

یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں - اور فرماتے ہیں کہ یہ اونٹنی تمہارے حق میں امتحان ہے - اس کو کچھ نہ کہو - اللہ تعالےٰ کی زمین میں چرے، پھرے - اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا - ورنہ تمہیں دردناک عذاب ہو گا -

اے میری قوم اللہ تعالےٰ کا احسان یاد کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ج فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ :- اور یاد کرو - جبکہ تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں جگہ دی - کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو - سو اللہ کے احسان یاد کرو - اور زمین میں فساد مت مچاتے پھرو -

منکرین کا انکار اور مستضعفین کا اقرار

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ

اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِيْ آمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ۝
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ
كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝
(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

ترجمہ:- اس قوم کے متکبر سرداروں نے غریبوں سے کہا- جو ایمان لا چکے تھے- کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے- انہوں نے کہا- جو وہ لے کر آیا ہے- ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں- متکبروں نے کہا- جس پر تمہیں یقین ہے- ہم اسے نہیں مانتے پھر اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی- اور کہا- اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہمیں ڈراتا تھا- اگر تو رسول ہے- پس انہیں زلزلہ نے آ پکڑا- پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے-

پیغمبر وقت

کی مخالفت کا یہ نتیجہ نکلا- کہ سب عذاب الٰہی سے ایک رات میں تباہ کر دیئے گئے- فاعتبروا یا اولی الابصار-

تینوں قوموں کے مذکورۃ الصدر واقعات

سے ہر شخص کو بآسانی یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے- کہ اپنے نبی کی مخالفت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑکتا ہے- کہ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی قدر نہیں کی- یعنی اس کی دی ہوئی ہدایات سے لاپرواہی برتی- اس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا- اور وہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی-

عبرت

مسلمانوں کو اس سے یہ عبرت حاصل ہونی چاہیئے- کہ ان کی طرف بھیجے ہوئے نبی یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو متعلقہ اصلاح امت ہیں- تاکہ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے- ہمارے اسلاف- یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اسکی رضامندی کا تمغہ لیا ہوا ہے- چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ ... لِلنَّاسِ-

ترجمہ:- جتنی امتیں پیدا کی گئی ہیں- تم ان میں سے سب سے بہتر ہو-

ہمارا فرض

ان اسلاف حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے اخلاف ہم ہیں- ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنا معمول بنانا چاہیئے- تاکہ ہم بھی اپنے اسلاف (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کے زمرہ میں شامل ہو سکیں- علیٰ ہذا القیاس ہماری ماؤں بہنوں کو صحابیات کا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے- تاکہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ اس مقدس گروہ میں شامل کر لے- آمین یا اللہ العالمین- وما علینا الا البلاغ- واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم-

برادران اسلام کی خدمت میں

ایک ضروری عرض

عرض یہ ہے کہ پیغمبر کی مخالفت کی دو قسمیں ہیں- پہلی مخالفت لفظی جس طرح پہلی امتوں کے قصے آپ سُن چکے ہیں- کہ پیغمبر نے جو کچھ فرمایا- صاف کہہ دیا- کہ ہم نہیں مانتے- یہ تو مخالفت لفظی ہے- اور دوسری مخالفت معنوی ہے- وہ یہ ہے- کہ مُنہ سے اقرار تو کر لیا- کہ ہم مانیں گے- مگر عمل نہ کیا- اس مخالفت معنوی میں سب وہ قسمیں مسلمانوں کی آتی ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا تو کہا- مگر اس پر عمل نہ کیا- مثلاً وہ مسلمان جو مسلمان تو کہلائے- مگر نماز نہ پڑھے- مسلمان تو کہلائے- مگر روزوں کے مہینہ میں روزہ نہ رکھے اور دن کو کھائے پیئے- مسلمان تو کہلائے- مگر سال ختم ہونے پر بھی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ نکالے- مسلمان تو کہلائے- لیکن حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرنے جائے-

نوکر تو آپ کا کہلائے
مگر آقا کا حکم بجا نہ لائے

گذشتہ چیزوں کی مثال اس عنوان سے سمجھ لیجئے- کہ ایک شخص آپ کا نوکر تو کہلائے- اور ہر ماہ تنخواہ لے جائے- مگر جو آپ کہیں وہ کرنے نہ پائے- کیا اس نوکر کی آپ کے ہاں کوئی عزت ہو گی- کیا اس نوکر کو آپ نمک حرام نہیں کہیں گے-

وما علینا الا البلاغ

حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے

اعتذار

دیرینہ فالج کے اثرات اور بے حد کمزوری کی وجہ سے سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں ہو سکتیں- لہٰذا احباب سے درخواست ہے- کہ دعوت ناموں کے ذریعہ سفر کے لئے مجبور نہ فرمائیں-

---

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدّ ظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تزکیۂ نفس کا سبق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

عرض یہ ہے کہ سب احباب کو خوشخبری سُناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب احباب کی آمد کو قبول فرمائے اور سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ لاہور کے گرد و نواح میں اتنا بڑا حلقہ ذکر کہیں نہیں ہوتا۔ اس لئے احباب چالیس چالیس میل سے آتے ہیں۔ جتنا حلقہ ذکر وسیع ہو گا۔ اتنا ہی خدا کی رحمت نازل ہو گی۔ یہ حدیث کئی مہینے پہلے سُنائی تھی آج پھر دُہراتا ہوں:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَةً وَاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْئَلُوْنَ قَالُوْا یَسْئَلُوْنَکَ الْجَنَّةَ قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ یَقُوْلُ فَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا کَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَیَقُوْلُ فَاُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ یَقُوْلُ مَلَکٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰى جَلِیْسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً سَیَّارَةً فُضُلًا یَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِیْهِ ذِکْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى یَمْلَئُوْا مَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَیَسْئَلُهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِکَ فِی الْاَرْضِ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیُهَلِّلُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیَسْئَلُوْنَکَ قَالَ وَمَاذَا یَسْئَلُوْنِیْ قَالُوْا یَسْئَلُوْنَکَ جَنَّتَکَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِیْ قَالُوْا لَا اَیْ رَبِّ قَالَ وَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِیْ ... قَالُوْا وَیَسْتَجِیْرُوْنَکَ قَالَ وَمِمَّا یَسْتَجِیْرُوْنِیْ قَالُوْا مِنْ نَارِکَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا نَارِیْ قَالُوْا لَا قَالَ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِیْ قَالُوْا یَسْتَغْفِرُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاَعْطَیْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ یَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِیْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَیَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰى بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں اُن لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پُکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکر الٰہی کو سُننے اور ذکر اللہ کرنیوالوں سے ملنے کے لئے) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس وہ فرشتے (آ جاتے ہیں اور) اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ (جب فرشتے واپس جاتے ہیں تو) اُن کا پروردگار اُن سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ اُن سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں تیری پاکی بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے۔ پھر خداوند تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ تجھ کو دیکھ لیتے۔ تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے اور بہت زیادہ تیری پاکی کا ذکر کرتے۔ پھر خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنّت مانگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں خدا کی قسم انہوں نے جنّت کو نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے۔ تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے تو جنّت کی خواہش اُن میں بڑھ جاتی۔ جنت کی طلب اُن میں زیادہ ہو جاتی اور جنت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی۔ پھر خدا تعالیٰ پوچھتا ہے۔ اور وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے۔ خدا پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار! انہوں نے اس کو نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اُنکا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اُس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا (یہ سُن کر) اُن فرشتوں میں سے

ایک فرشتہ کہتا ہے۔ ان لوگوں میں تو ایک ایسا بھی شخص تھا۔ جو ان میں شامل نہ تھا راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ (یعنی ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگ) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ نہیں محروم رکھا جاتا ان کے پاس بیٹھنے والا۔ بخاری ــــ اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کے فرشتوں کی ایک جماعت زیادہ پھرنے اور گشت لگانیوالی ہے یہ جماعت ذکرِ الٰہی کی مجلسوں کو ڈھونڈھتی رہتی ہے۔ پس جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پاتے ہیں، جس میں خدا کا ذکر ہوتا ہے تو یہ فرشتے بھی اُس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساری فضا جو آسمان اور اُس مجلس کے درمیان ہے فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ پھر جب ذکرِ الٰہی کرنیوالوں کی یہ مجلس منتشر ہو جاتی ہے۔ تو یہ فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو ان سے خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے۔ حالانکہ خدا اُن سے زیادہ ذکرِ الٰہی کرنیوالوں کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں۔ ہم تیرے اُن بندوں کے پاس سے آ رہے ہیں جو زمین میں ہیں اور جو تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیری عظمت کا ذکر کرتے ہیں۔ تیرا کلمہ پڑھتے ہیں اور تجھ کو تیری بزرگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ وہ تجھ سے تیری جنّت مانگتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اے پروردگار نہیں۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے اگر وہ میری جنّت کو دیکھ لیتے۔ تو اُن کا کیا حال ہوتا؟ پھر فرشتے کہتے ہیں۔ اور وہ تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے، وہ کس چیز سے میرے ذریعہ پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ تیری دوزخ کی آگ سے۔ خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے میری دوزخ کی آگ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر وہ میری دوزخ کی آگ کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اور وہ تجھ سے بخشش بھی مانگتے ہیں، تو خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ میں نے اُن کو بخش دیا۔ اور وہ چیز بھی دی۔ جو انہوں نے مانگی یعنی جنّت اور اس چیز سے پناہ بھی دی۔ جس سے انہوں نے پناہ مانگی۔ یعنی دوزخ سے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اے پروردگار ان میں فلاں بندہ بھی تھا۔ جو بڑا گنہگار ہے۔ وہ کہیں جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں اُن لوگوں کے پاس بیٹھ گیا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کو بھی میں نے بخش دیا۔ وہ ایک ایسی جماعت ہے۔ جس کے پاس بیٹھنے والے کو بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس مجلس میں شریک ہونیوالوں کی مغفرت فرمائے اور جو اس نیّت سے آ کر بیٹھ جائے کہ مجھے فلاں آدمی سے کام ہے فارغ ہونے کے بعد بات کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر جمعرات کی مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر جمعرات کو (بخشش کے وعدہ کی) تجدید ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے اور ہمیشہ مجلس ذکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

چار پانچ جمعرات سے تزکیہ نفس کے متعلق روحانی امراض مہلکہ کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ جب تک کسی کامل کی صحبت نصیب نہ ہو، ان امراض کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ جیسے ریا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہ رضؓ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا ریا (دکھلاوا)

ریا کیا ہے؟

پرانے زمانے میں سپاہی کے دو ہتھیار تھے ایک تلوار اور دوسری ڈھال۔ سپاہی تلوار سے دشمن پر وار کرتا تھا اور ڈھال پر دشمن کا وار روکتا تھا۔ اسی طرح مقرر یا خطیب (پیغام حق کی) تلوار لے کر (دشمن) شیطان کا سر کاٹتا ہے۔ اور اخلاص کی ڈھال پر شیطان کا وار روکتا ہے۔ اگر اصلاح یافتہ نہ ہو گا۔ تو تقریر کے دوران میں ایک آدمی آیا اور شیطان دل میں خیال لاتا ہے کہ وہ سمجھے گا کہ تقریر بڑی موزوں تھی دوسرا آیا کہے گا، تقریر بڑی اچھی تھی تیسرا آیا کہے گا، آج تو مولانا نے حد کر دی۔ ایک اور آیا۔ کہے گا۔ سبحان اللہ تقریر ایسی کی کہ دشمن کے چھکّے چھڑا دیئے یہ سب ریا ہے۔ یہ صرف خیال نہیں بلکہ شیطان کے حملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ریاء سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اللہ والوں کی صحبت میں چالیس سال رہا ہوں۔ پھر بھی مجھ پر شیطان حملے کرتا ہے۔ اللہ کے فضل سے شیطان کے حملوں کو روکتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اخلاص کی ڈھال پر روکنا پڑتا ہے۔

دوسری بیماری کبر

بھی موجود ہے۔ کبر کے معنی ہیں

بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ

یعنی سچی بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا۔ جیسے لاہوری گمراہ کہتے ہیں کہ مُلاں یہ کہتے ہیں۔ یعنی بطور تذلیل "مُلّاں" کہتے ہیں۔ علماء کرام حق بات سمجھائیں۔ تو یہ ملّا ازم کہہ کر انکار کر دیتے ہیں۔ قیامت میں جب جوتے پڑیں گے۔ تب معلوم ہو گا۔ کہ یہ کبر ہے۔

تیسری بیماری حسد

ہے۔ کسی کو خدا تعالیٰ نے کوئی نعمت دی اور یہ حسد کی آگ سے جلتا ہے۔ اپنا لڑکا اپنی نالائقی کی وجہ سے فیل ہُوا۔ اور دوسروں کا پاس ہو گیا۔ تو خواہ مخواہ کی بدگمانی کہ ہم نے تو پیسہ نہیں چڑھایا۔ انہوں نے پیسہ چڑھا کر اپنے نالائق بیٹے کو پاس کرا دیا ہے۔

حاسد خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے کہ خدا نے اس کو یہ نعمت کیوں عطا فرمائی ہے اور مجھے کیوں نہیں عطا... فرمائی ــــ!

بخل اور اسراف بھی روحانی بیماریاں ہیں۔ پیسہ آ جائے۔ تو فضول اُڑاتا ہے۔ بیاہ شادیوں میں بینڈ باجوں پر خرچ کرتا ہے۔ جنازہ اور برات کا فرق باجے سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی راستے سے گزر رہے تھے۔ کہ باجوں کی آواز کانوں میں پڑی۔ آپ راستے سے ہٹ گئے اور کانوں میں انگلیاں دے دیں ــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو باجے سے اتنی نفرت کریں اور یہ بدبخت دو دو بینڈ منگوائیں۔ یہ ریاء ہے عجب بھی ہے اور اسراف بھی ہے۔ تربیت یافتہ

نہ ہو۔ تو پتہ بھی نہیں چلتا۔ ایک عالم تمام کتابیں پڑھ کر بھی ان بیماریوں سے متنبہ نہیں ہوتا۔ روحانی امراض مہلکہ کتابیں پڑھنے سے نہیں نکلتیں۔ جب تک کسی ہادی کے پاس نہ جائے۔ پتہ نہیں چلتا۔ کہ ریاء آ گیا ہے یا کبر آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا کی زندگی میں ان بیماریوں سے شفایاب ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ورنہ قیامت میں کوئی ریاء میں مارا جائیگا۔ کوئی عجب میں مارا جائے گا۔

یہ پانچویں جمعرات ہے مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ احباب ان بیماریوں سے شفایاب ہو چکے ہیں۔ بڑی سے بڑی بیماری تپ دق ہے۔ مگر یہ بیماریاں اس سے بھی خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بیماریوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و اٰخر دعوانا عن الحمد للہ ربّ العالمین۔

سبحانك اللّٰھُمَّ و بحمدك نشھد ان لا الٰہ الّا انت نسئلك الجنۃ۔ نستغفرك و نعوذبك من النار۔

جناب عبدالرحمٰن صاحب قریشی جامعہ اشرفیہ لاہور

کلمہ طیبہ کی توضیح و تشریح

اسلام

اسلام اُن قوانین الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔ جو فطرت انسانی کے مطابق دنیا کی چند روزہ زندگی کے قیام اور مرنے کے بعد دوسرے جہان کی ابدی زندگی کے بقا کو درست اور شاندار بناتے ہیں۔

اسلامی تعلیم کا خلاصہ کلمہ طیبہ ہیں

اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ساری دُنیا کے بنانے والے، پالنے والے، مالک اور حاکم مطلق صرف ایک اللہ تعالیٰ ہیں۔ جو اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہیں۔ اور تمام انسانوں کے دُنیاوی قیام اور بقائے آخرت کو درست کر کے شاندار بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین فطرت سے آگاہ کرنے والے اُس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ خلاصہ تعلیم کلمہ طیبہ میں ہے۔

کلمہ طیبہ کیا ہے؟

کلمہ طیبہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور اُس کے رسول پاک کی رسالت کا اقرار بلکہ... حلف نامہ ہے جو ہر مسلمان خدا تعالیٰ کے حضور کرتا ہے۔ اس اقرار اور حلف نامہ کو پوری طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ یہی اسلامی تعلیم کا سنگ بنیاد ہے۔ جس پر نجات انسانی کی عمارت تعمیر ہو گی۔

الفاظ، معنی اور مطلب

کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں۔ اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ دونوں کو ملا کر معنیٰ یہ ہوا۔ " اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

اس کلمہ میں چار الفاظ زیادہ قابل توجہ ہیں۔ جن کے معنے سمجھنے سے کلمہ طیبہ کا مطلب واضح ہو سکتا ہے۔

۱ :- الٰہ۔ الٰہ عربی زبان میں اس وجود پر بولا جاتا ہے۔ جس کی غلامی کی جائے۔ یعنے آقا۔

۲ :- اَللّٰہ۔ نام مبارک اُس ذات پاک کا ہے جو ہمارا اور کل جہان کا پیدا کرنے والا، پالنے والا، مالک اور حاکم مطلق ہے جس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

۳ :- مُحَمَّدٌ۔ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم) نام مبارک اُس انسان کامل کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس روحانی تربیت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جس سے انسان اپنے مالک کے ساتھ غلامی کا صحیح تعلق درست کر کے شاندار قیام و بقا حاصل کر لے۔!

۴ :- رَسُوْل۔ رسول کا معنے ہے بھیجا گیا۔

اس سے یہ مطلب واضح ہو گیا۔ کہ

ا :- اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں کہ جس کی بندگی، عبادت، غلامی کی جائے۔ اور

ب :- محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کے فرائض اور آداب سکھائیں۔

اُلوہیت اور رسالت جس کا اقرار کلمہ طیبہ میں کیا گیا ہے۔ اس کو دلائل سے سمجھ لینا چاہیئے تاکہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور یقین پختہ ہو۔

اُلوہیت میں حق تعالےٰ کا وجود اور اُسکی وحدانیت مالکیت اور حاکمیت پر عقلی گواہی اور مشاہدہ سے اس طرح تصدیق ہوتی ہے کہ عقل سلیم رکھنے والا انسان جب زمین و آسمان، سورج، چاند، دریا، پہاڑوں جیسی بڑی اور بیشمار چھوٹی مخلوق اور اس دنیاوی نظام کو باقاعدگی سے چلتے دیکھتا ہے۔ تو اس سے لازمی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ کوئی سب سے بڑی طاقتور ہستی ہے جو اس کائنات کو پیدا کرنیوالی اور اس کے نظام کو قائم رکھنے والی مالک اور حاکم مطلق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کے نام سے عام انسانوں کی زبان پر ہے۔ مخلوقات کا وجود اپنے پیدا کرنیوالے حق تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ اور مخلوقات کے نظام کی باقاعدگی اس کی وحدانیت کو ثابت کرتی

ہے۔ کیونکہ برابر کی دو طاقتوں کے ٹکرانے سے نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے دُنیاوی ... حکومتوں میں بھی سب سے اوپر ایک حاکم اعلیٰ (بادشاہ، گورنر جنرل، صدر) ہوتا ہے۔ جس کے تصدیقی دستخطوں سے حکومت کے سب کام انجام پاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت ثابت ہونے کے بعد اس کی مالکیت اور حاکمیت پر کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ پس حق تعالیٰ اس ساری کائنات کے پیدا کرنیوالے زندہ اور قائم بالذات اور نظامِ عالم کو اکیلے چلانے والے مالک بھی ہیں اور حاکم مطلق بھی ہیں اور اپنی ذاتی اور صفاتی خصوصیات کے ساتھ اللہ اور معبود برحق ہیں۔ تمام مخلوق ان کی تابع فرمان اور قبضہ قدرت میں ہے۔

دلائل اُلوہیت کی تصدیق وجودِ انسانی میں

کائناتِ عالم کے علاوہ ہستی باریتعالیٰ کے وجود، وحدانیت، مالکیت اور حاکمیت کے تصدیقی دلائل انسانی وجود کے اندر موجود ہیں۔ زندہ انسانی وجود ظاہری اور باطنی اعضاء اور حیوانی روح سے مرکب ہے۔ جب تک اس خاکی جسم میں روح حیوانی موجود ہے، اس جسم کے سارے اعضاء ظاہری اور باطنی کام دے رہے ہیں۔ جسمانی حرکت روح کے وجود کو ثابت کر رہی ہے اور جسم پر حکومت کرنے والی روح ایک ہی ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو اس خاکی جسم سے کرا لیتی ہے۔ اگر جسم پر حکومت کرنے والی روح ایک ہی زندہ اور طاقت کی دو یا دو سے زیادہ روحیں ہوتیں تو ان کے ارادوں میں اختلاف کی وجہ سے یہ جسم کوئی کام بھی انجام نہ دے سکتا۔ اور جب تک وہ روح اس خاکی جسم کے اندر ہے۔ اس جسم کی ملکیت اور حکومت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ پس جس طرح انسانی وجود رُوح کے موجود ہونے، اور اس کے ایک ہی ہونے اور اس وجود کے مالک اور حاکم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح ساری کائناتِ عالم ذاتِ حق تعالیٰ کا وجود، وحدانیت، مالکیت اور حاکمیت کو ظاہر کر رہی ہے۔

معبودِ برحق صرف حق تعالیٰ ہیں

عقلی اور تصدیقی شہادت سے جب یہ واضح ہو گیا کہ ساری کائناتِ عالم اور انسان کے پیدا کرنے والے مالک اور حاکم صرف ایک حق تعالیٰ ہیں، تو غلامی کا حق بھی صرف اُسی ذاتِ پاک کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔ ان کے سوا کوئی لائق نہیں کہ جس کی غلامی کیجائے

کیونکہ ساری کائنات حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے۔ اور مخلوق سب غلام ہے اور غلام کسی صورت میں بھی آقا اور مالک نہیں ہو سکتا۔ پس ساری مخلوق اور انسان حق تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اور غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور غلامی کرتے ہیں اور کریں گے۔ اگرچہ نمک حرام بھی ہوں۔ لیکن غلامی سے نکل نہیں سکتے۔

رسالت اور اسکی ضرورت

الوہیت کو سمجھنے کے بعد خدا تعالیٰ کی عبادت اور فرائض غلامی کا علم حاصل کرنے کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے معلوم کرنے کے بعد دوسرے انسانوں کو آگاہ کریں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے مقدس انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا اور سب سے آخر انسان کامل حضرت نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تا قیام دنیا تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کتاب کامل قرآن مجید دے کر بھیجا، جنہوں نے اس مجموعہ قوانین فطرت پر عمل کر کے حق تعالیٰ کی غلامی سے انسانی زندگی کے قیام و بقا کو بہترین بنانے کا راستہ روشن کر دیا۔ جس کے علم اور عمل سے ہر شخص انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر دُنیا کی چند روزہ زندگی کے قیام اور آخرت کی ابدی زندگی کے بقا کو شاندار بنا سکتا ہے۔

کلمہ طیبہ کی غرض و غایت اور انسان کا مقصدِ حیات

کلمہ طیبہ کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان اسکے معنی اور مطلب کے ماتحت حق تعالیٰ کی الوہیت اور اس کے رسول کی صداقت کو دلائل سے سمجھنے کے بعد زبان سے اس کا اقرار، اور دل سے اس کا یقین اور عمل سے اس کی تصدیق کرے۔ تاکہ اپنی چند روزہ دنیاوی زندگی کے قیام سے بقائے آخرت کو شاندار بنائے، اور یہی انسان کا مقصد حیات ہے۔

انسانی زندگی کا قیام و بقا

ہر شخص جانتا ہے کہ اس دنیاوی زندگی کا صرف چند روزہ قیام ہے بقا نہیں۔ مگر فطرتاً ہر انسان کی آرزو اور کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ اس کی دُنیاوی زندگی ہر لحاظ سے اعلیٰ ہو اور باقی بھی رہے۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق بہترین قیام و بقا کے لئے پوری طاقت خرچ کرتا ہے۔ مگر دنیا کے تاریک ماحول سے متاثر ہو کر اس فطرتی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایسے غلط راستے اختیار کرتا ہے۔ کہ جس سے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی بجائے ایسے ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہے۔ اس لئے پہلے قیام و بقا کے فطرتی قانون کو سمجھنا چاہیئے۔

کائناتِ عالم اور وجودِ انسانی کا مطالعہ تعلیم الٰہی کی روشنی میں

تعلیم الٰہی سے ایک تو یہ واضح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے دو جہان بنائے ہیں ایک فانی دوسرا باقی۔ یہ دنیا جس میں اب انسان اور دوسری مخلوق آباد ہے، یہ فانی ہے۔ اس کی ہر ایک چیز وقت مقررہ کے بعد فنا ہو کر ختم ہو جانے والی ہے۔ اس فانی دنیا کے ختم ہونے کے بعد حق تعالیٰ ایک اور جہان پیدا فرمائیں گے۔ جس کو آخرت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ جہان اپنی خصوصیات کے ساتھ ہمیشہ رہیگا۔

دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے۔ کہ ساری مخلوقات میں سے انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے۔ جس کو حق تعالیٰ نے شرف امتیازی دے کر دوسری مخلوقات کو اس کا خادم بنا دیا۔ اور اس کو اپنی غلامی کے لئے انتخاب فرمایا۔ آسمانی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ اس کو فرائض غلامی سے آگاہ کر دیا۔ آزمائش کے لئے خواہشات حیوانی کے ساتھ دنیا میں عمل کے لئے بھیجا۔ نجات اور ہلاکت کے دو راستے اس کے سامنے کر دیئے۔ اب ایک طرف تو اس کے حیوانی جسم کی خواہشات اس کو کھانے پینے اور دوسری دنیاوی لذتوں کی طرف مائل رکھتی ہیں۔ کیونکہ اس خاکی جسم کا پیدائشی قیام و بقا کا تعلق اس فانی دُنیا کے ساتھ ہے۔ اور دوسری طرف اس کی انسانی روح ہے۔ جس کے قیام و بقا کا پیدائشی تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہے جو حیّ و قیوم ہیں۔ پس اگر انسان خواہشات نفسانی کی غلامی قبول کر کے اپنی تمام طاقتیں اس فانی دنیا کے حاصل کرنے میں صرف کرنا شروع کر دے تو حق تعالیٰ کی غلامی سے کٹ کر مقام فنا میں پڑنے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس سے اس دنیاوی زندگی کے قیام کو ناکامیوں سے خراب کر کے دوسرے جہان کی ابدی زندگی کے بقا کو عذاب الیم سے تباہ کر دیتا ہے۔

اور اگر خواہشات نفسانیہ کی غلامی کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی غلامی قبول کر کے اپنے اصل سے وابستہ ہو جائے تو مقام فنا سے نجات حاصل کرتے ہوئے اپنی دنیاوی زندگی کے قیام کو درست کرنے سے بقائے آخرت

کی ابدی زندگی کو شاندار بنا لیتا ہے۔ الغرض فانی سے ملنے پر فنا اور باقی سے ملنے پر بقا لازمی ہے۔

نجات انسانی کلمہ طیبہ پر ایمان اور اس پر عمل سے

کلمہ طیبہ کو پڑھنے اور دلائل سے سمجھنے کے بعد اگر اس پر ایمان اور یقین پختہ ہو جائے تو پھر عملی زندگی میں خدا تعالیٰ سے عبودیت اور غلامی، اور اس کے رسول پاک سے اتباع اور پیروی کا صحیح تعلق اس طرح قائم ہونا لازمی ہے کہ انسان دنیا کے ہر ایک کام کو احکام الٰہی کی پابندی سے رسول کریم کی اتباع میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے انجام دے۔ نہ کہ اپنی خواہش نفسانی اور دنیا کے رسم و رواج کی پابندی سے۔ وہ تعلیم الٰہی قرآن مجید اور اس پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی میں واضح طور پر موجود ہے۔ ضروریات انسانی کا کوئی کام بھی ایسا نہیں۔ جس کو تعلیم الٰہی نے واضح نہ کر دیا ہو۔

تعلیم الٰہی وہ شرعی احکام ہیں جن میں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات ہیں۔ جنکو پورا کرنے کا حکم ہے اور محرمات و مکروہات ہیں، جن سے بچنے کا فرمان ہے۔ فرائض کو پورا کرنے اور محرمات سے بچنے کے ساتھ حق تعالےٰ سے غلامی کا تعلق قائم ہو سکتا ہے، جس پر نجات انسانی کا دارو مدار ہے۔

فرائض اور محرّمات کا علم اور اس پر عمل

الوہیت اور رسالت کی اعتقادی صحت کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اور منکرات سے جانی اور مالی جہاد وغیرہ فرائض، اور شرک، زنا، چوری، ڈاکہ، شراب خوری، جوا بازی، سودخوری، رشوت خوری، جھوٹ، دغا، فریب وغیرہ محرّمات اور تعلقات انسانی اور معاملات کاروباری میں احکام خداوندی کا علم حاصل کرنا مسلمان کا فرض اوّلین ہے اور اس پر عمل کرنا دوسرا فرض ہے۔

کلمہ طیبہ کا ظاہری اور باطنی اعجاز

کلمہ طیبہ کا ظاہری اعجاز یہ ہے۔ کہ جس نے تمام دنیا کے انسانوں کو دو جگہ مسلم اور غیر مسلم میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس ساری کائنات کے پیدا کرنے والے، پالنے والے، مالک و حاکم مطلق وحدہٗ لاشریک کی الوہیت اور اس کے بھیجے ہوئے رسول برحق کی رسالت کا اقرار کرنے والے ایک ملت ہوئے اور انکار کرنے والے دوسری ملت۔ دونوں ملتیں فطرتاً ابتدائے آفرینش سے ایک دوسرے سے جدا اور مدّ مقابل ہیں۔ اور آخر تک رہیں گی۔

اسی طرح کلمہ طیبہ کا باطنی اعجاز کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ ایک تو وہ مسلمان ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس کے معنے اور مطلب کو سمجھتے اور صدق دل سے اس پر یقین رکھتے اور اعمال صالحہ سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ تو ہیں سچے مسلمان اور مومن۔ اور دوسرے وہ جو صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، نہ اس کے معنے اور مطلب کو سمجھتے ہیں، نہ دل سے اس پر یقین ہے۔ نہ اس پر عمل ہے۔ بلکہ بد اعمالی سے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ ہیں منافق اور فاسق۔ یہ اگرچہ کافروں سے بھی بدترین ہیں۔ لیکن ظاہری لباس وغیرہ میں مشابہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں سچے مسلمانوں سے ملے جلے رہتے ہیں، مگر آخرت کے دوسرے جہان میں کلمہ طیبہ کا باطنی اعجاز ان کو سچے مسلمانوں سے الگ کر کے کفّار سے ملا دے گا۔

دنیا میں ان کا وجود سچے مسلمانوں کے لئے سخت ابتلا اور آزمائش کا باعث اور کافروں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ سے سچے مسلمانوں کی متحدہ طاقت کو توڑ کر کفر اور فسق کی زہریلی گیس سے خدا تعالیٰ کی پُر امن زمین میں فساد برپا کر کے موجب عذاب الٰہی بن کر تباہی اور بربادی کا باعث ہوتے ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انسان کے وجود کے لئے موت کا باعث ایک تو باہر کی اشیاء ہوتی ہیں۔ مثلاً زہریلے جانور، وبائی امراض، زمینی اور آسمانی آفات، ان آفتوں سے تو بچ کر سلامتی کے لئے تدارک کر کے نجات حاصل کرنی ممکن ہوتی ہے۔ اور دوسری اندرونی مہلک امراض تپ دق وغیرہ جو اس کے وجود کے اندر نشو و نما پا کر اس کے تمام اعضائے رئیسہ کو کمزور کر کے قوت حیات کو ختم کر دیتی ہیں۔ ان سے نجات پا کر جان سلامت رکھنا ناممکن ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح کائنات انسانی کے امن و سلامتی کا دارو مدار سچے مسلمانوں کی اتحادی طاقت پر ہے۔ اور اس اتحادی طاقت کو تباہ و برباد کرنیوالی بیرونی طاقت کافر ہیں۔ اور اندرونی طاقت منافق ہیں۔ اس لئے کفّار کی متحدہ طاقتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا وجود تو بچ سکتا ہے۔ لیکن منافقوں کی اندرونی زہر سے سلامتی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ زہر مسلمانوں کے وجود کی ساری اندرونی کائنات کو فسق و فجور سے مسموم کر کے ختم کر دیتی ہے۔

سچّے مسلمان کے دو فرض

سچّے مسلمان، مومن کا پہلا فرض یہ ہے کہ تعلیم الٰہی کو حاصل کر کے اُس پر خود عمل کرے۔ اور دوسرا فرض یہ ہے۔ کہ اپنی جانی اور مالی طاقت سے اس کی اشاعت اور تبلیغ کرے۔

پہلے فرض کو پورا کرنے کے لئے شریعت اسلامی کے فرائض اور محرمات کے اُن ضروری مسائل سے واقفیت حاصل کرے، جو روزانہ اور کاروباری زندگی میں پیش آتے ہیں۔ اور دوسرے فرض کو ادا کرنے کے لئے پہلے اپنے اہل وعیال کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی تعلیم خود دے۔ یا نیک سیرت اہل علم سے دلوائے اور اس پر پابندی سے کار بند کرنے کی کوشش جاری رکھے۔ اور پھر اپنی طاقت کے مطابق دین کی خدمت کرنے والے نیک سیرت علماء اور ایسے لوگوں کی ہر ممکن امداد کرے جو دینی تعلیم اور تبلیغ کے سلسلہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کئے ہوئے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی عبودیت اور غلامی، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی پوری اتباع اور پیروی کا عملی ثبوت اگر اس طرح دیا جائے گا تو پھر کلمہ طیبہ پر ایمان کے خوشگوار نتائج میں حق تعالےٰ اپنے وعدے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اگر تم مومن بن جاؤ گے۔ تو میں تمہیں ہر قسم کی رفعت اور بلندی عطا کروں گا) کے مطابق دنیاوی زندگی کے چند روزہ قیام اور آخرت کی حیات ابدی کے بقاء کو نہایت اعلیٰ اور شاندار بنا دیں گے۔

آخر میں دعا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کی روحانی تعلیم اور اس پر عمل سے سچے مسلمان اور مومن بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین وما علینا الا البلاغ

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبالؒ)

جناب ایم عبدالرحمان لودھیانوی شیخوپورہ

تعدّد ازدواج

امام بخاریؒ نے بروایت حضرت عائشہ صدّیقہؓ بیان کیا ہے۔ کہ عہدِ جاہلیّت میں عرب کا دستور تھا کہ جو یتیم لڑکیاں اُن کی نگرانی و سرپرستی میں ہوتی تھیں۔ اُن کے مال و حُسن و جمال کی وجہ سے وہ خود اُن سے نکاح کر لیتے تھے اور چونکہ وہ لڑکیاں ہر طرح۔ اُن کے قابو میں ہوتی تھیں اس لئے مہر بھی بہت کم مقرّر کرتے تھے اور نکاح کے بعد حقوقِ ازدواجی کی بھی نگہداشت نہ کرتے تھے۔ (اپنی سرپرستی کے احسان کی تلافی میں گویا باندیوں کی طرح سمجھتے تھے) اس بات کی ممانعت کے لئے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا ٥ (پ ۴ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو دُو دُو، تین تین، چار چار عورتوں سے حسب پسند نکاح کر لو اور اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو یا جو تمہاری مملوک ہوں قریب ہے کہ تم انہیں ایکطرف نہ جُھک پڑو۔

(مطلب) حاصل آیت یہ ہے۔ کہ جب تم یتیم لڑکیوں سے شادی کرتے وقت اُن کے حقوق ادا نہ کر سکو اور انصاف نہ کر سکو تو پھر اُن سے نکاح بھی نہ کرو دُنیا میں عورتوں کا قحط نہیں ہے۔ جن سے چاہو جائز طور پر نکاح کرو۔ دُو دُو، تین تین، اور چار چار۔

عرب میں چونکہ دستور تھا۔ کہ جتنی عورتوں سے چاہتے تھے نکاح کرتے چلے جاتے تھے دس، بیس اور تیس۔ بہ ہر صورت کوئی خاص حدّ مقرّر نہ تھی۔ اور تمدّن انسانی کے لئے یہ بات مقرّر تھی۔ اس لئے اس آیت میں حدّ مقرّر کر دی۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ تم جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو کر لو، خواہ ایک سے کرو، دو سے کرو، تین سے کرو، چار سے کرو۔ مگر اس سے زائد کسی سے ایک وقت میں نکاح نہ کرو لیکن تعدّد ازدواج کے وقت مساوات اور برابری ہونی چاہیئے۔ نان نفقہ اور شب باشی میں مساوات ہونی لازمی ہے۔ کمی بیشی حرام ہے۔ ہاں اگر تم کو خوف ہو۔ کہ ہم سب بیویوں کو نان و نفقہ مساویانہ حیثیّت کے مطابق نہ دے سکیں گے یا شب باشی میں سب کے ساتھ ... برابری کا سلُوک نہ کر سکیں گے تو پھر زیادہ بیویاں نہیں کرنی چاہئیں یہ عدل کے خلاف ہے۔ بلکہ ایک پر اکتفا کرنی چاہیئے یا صرف باندیوں سے حاجت روائی کر لیا کرو جو بلا نکاح حلال ہیں اور اُن میں مساوات بھی ضروری نہیں۔ یہ حکم تم کو گذشتہ قانون سے انصاف و عدل کی طرف قریب لانیوالا ہے اور کسی ایک کی طرف جُھک جانے سے روکنے والا ہے لہٰذا اس قانون پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ (تفسیر بیان السبّحان)

(۲)

احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیّت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اُس ولی کے مال و باغ میں بوجہ قرابت باہمی شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتیں۔ کبھی تو یہ ہوتا کہ ولی کو اس کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے۔ تو وہ ولی اُس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کر لیتا۔ کیونکہ دوسرا شخص اُس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں، اور کبھی یہ ہوتا کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی۔ مگر ولی یہ خیال کرتا۔ کہ دوسرے سے نکاح کرونگا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اور میرے مال میں دوسرا شریک ہو جائیگا۔ اس مصلحت سے نکاح تو جُوں تُوں کر لیتا۔ مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ اور اولیاء کو ارشاد ہُوا۔ کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہیں کر سکو گے اور اُن کے مہر اور اُن کے ساتھ حُسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم اُن سے نکاح مت کرو۔ بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں اُن سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے۔ قاعدہ شریعت کے موافق اُن سے نکاح کر لو۔ تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ تم اُن کے حقوق کے حامی رہو گے اور تم بھی کسی خرابی اور گناہ میں نہ پڑو۔

جاننا چاہیئے کہ مسلمان آزاد کے لئے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کے لئے دو تک کی اجازت ہے۔ اور حدیثوں میں بھی اسکی تصریح ہے۔ اور ائمّہ دین کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام اُمّت کے لئے یہی حکم ہے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیّت اور آپ کا امتیاز ہے۔ کہ اس سے زائد کی اجازت ہے۔

اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف لونڈیوں پر ایک ہو یا زیادہ بس کرو، چاہو تو ایک منکوحہ کے ساتھ ایک یا چند لونڈیوں کو جمع کر لو۔ صرف ایک عورت سے نکاح کرنے میں یا فقط اپنی لونڈی یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنے میں یا ایک نکاح کیساتھ ایک لونڈی یا چند لونڈیوں کو جمع کرنے میں اس بات کی توقع ہے کہ تم بےانصافی اور خلاف عدل سے محفوظ رہو۔ کیونکہ... زوجات کے جو حقوق ہیں وہ اپنی مملوکہ لونڈی کے نہیں کہ اُن میں عدل نہ ہونے سے تم پر مؤاخذہ ہو۔ نہ اُن کے لئے مہر ہے نہ معاشرت کے لئے کوئی حد مقرّر ہے۔

جس کے کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے۔ کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں اُن کو برابر رکھے اور رات کو اُن کے پاس رہنے میں باری برابر باندھے۔ اگر برابری نہ کرے گا۔ تو قیامت کو وہ مفلوج ہو گا۔ ایک کروٹ گھسٹتی چلے گی۔ اور کسی کے نکاح میں ایک حُرّہ اور ایک لونڈی ہو تو لونڈی کو حُرّہ سے نصف باری ملے گی اور جو لونڈی اپنی ملک میں ہو اُس کا باری میں کوئی حق مقرّر نہیں ہے۔ مالک کی خوشی پر ہے (حضرت

مولانا عثمانیؒ)

مذکورہ آیت میں ایک مرد پر جو ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا چاہے مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کی ہیں۔

(۱)۔ یہ کہ اس بات کے لئے کوئی معاشرتی خانگی یا اخلاقی ضرورت داعی ہو محض تنوع ... (قسما قسم) اور تلذذ (لذت حاصل کرنا) کے لئے یہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔

(۲) یہ کہ ہر حال میں تعداد بیک وقت چار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

(۳)۔ یہ کہ ان بیویوں کے ساتھ حتیٰ الامکان مساویانہ برتاؤ کیا جائے۔

(تبصرہ بر مسوّدہ قانون متعلّق شادی پیش کردہ بیگم تصدّق حسین)

اگر ان شرطوں کے ساتھ یہ شرط بھی قرآن مرد پر عائد کرنا چاہتا کہ وہ نکاح کرنے سے پہلے عدالت سے اجازت بھی حاصل کرلے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کا ذکر بھی صاف صاف نہ کر دیتا۔ لیکن اس کی تصریح تو درکنار، آیت میں اس کا کوئی اشارہ بھی موجود نہیں۔

اگر محض ان شرطوں کی بناء پر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ چونکہ اس زمانے میں مرد عموماً ان شرطوں کا احترام نہیں کرتے جس کے سبب سے بہت سی عورتیں مظلومیّت اور بیکسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ بدیں وجہ مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ مردوں کی اس آزادی کو قدغن کر دیا جائے۔ اور ایسا کرنا قرآنی احکام کی رُوح کے مطابق ہو گا۔ تو ہم اس چیز کو مختلف پہلوؤں سے غلط سمجھتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ یہ اللہ کی کتاب پر ایک اضافہ ہے۔ جس کے کرنے کا کسی کو بھی حق حاصل نہیں ہے۔ آپ اگر قرآن کی کوئی بات پسند نہیں کرتے۔ تو آپ آزاد ہیں کہ اس کو چھوڑ کر جو طریقہ بھی آپ کو پسند ہے۔ اُس کو اختیار کر لیجئے۔ لیکن یہ بڑی زیادتی ہے کہ آپ اپنی ہوائے نفس کی پیروی میں ایک بات ایجاد کریں اور اس کو قرآن پر چسپاں کریں کہ یہ اس کے احکام کی رُوح کے مطابق ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ اس اضافہ سے کہ نہ صرف یہ کہ وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس کو پیشِ نظر رکھ کر قرآن میں یہ تعریف کی جا رہی ہے۔ بلکہ اُلٹے اس سے اس مقصد کو شدید نقصان پہنچیگا۔ اس سے ہمارا معاشرہ بھی نہایت بُری طرح متاثر ہو گا اور خود عورت بھی جس کے حقوق کے تحفّظ کے لئے بیگم صاحبہ نے قوانین تجویز فرمائے ہیں نہایت ہی سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں گی۔

اگر فی الواقعہ ایک مرد کو جو ایک نئے نکاح کا شائق ہے۔ اُس نکاح کی اجازت عدالت سے اُس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو بانجھ یا فاتر العقل یا کسی مرض متعدّی میں مبتلا نہ ثابت کر دے اور اپنے مالی وسائل کی کفایت اور اپنے مساویانہ سلوک کے بارہ میں عدالت کو مطمئن نہ کر دے۔ تو لازماً اُس کا رُجحان یہ ہو گا کہ وہ ایسی بیوی سے کسی نہ کسی طرح چھٹکارا حاصل کرے اور اس کے لئے واحد راستہ جو وہ اختیار کر سکتا ہے طلاق کا راستہ ہے۔ یاد رکھئے کہ اس کا انجام بہت بُرا ہو گا۔ ہمارے معاشرہ میں ایک عورت مطلّقہ بن کر صرف ازدواجی زندگی ہی سے محروم نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ خاندان اور برادری کے اندر اپنا بہت کچھ نسوانی شرف بھی کھو دیتی ہے۔

تعدّد ازدواج میں مصلحت

تعدّدِ ازدواج کے اندر ایک بہت بڑی مصلحت معاشرہ کے اخلاقی تحفّظ کی بھی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اسلام نے عفت و عصمت کی حفاظت کو بڑی اہمیّت دی ہے اور اِس مقصد کیلئے بڑے سخت قوانین بنائے ہیں۔ زنا ایک ایسا جرم ہے۔ جس کا اسلامی معاشرہ میں تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ سختی جائز اور معقول اُسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ جبکہ قانونِ جنس غالب کے مُفرط جنسی جذبات سے بے پروا نہ ہو۔ بلکہ اگر کوئی شخص کسی سبب سے تشنگی محسوس کرتا ہے تو اس تشنگی کو دُور کرنے کے لئے خود قانون کے اندر ایک مناسب حد تک گنجائش موجود ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگ اس کے لئے ناجائز راستے پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس کا نتیجہ پورے معاشرے کے حق میں نہایت مُہلک اور خطرناک ہو سکتا ہے۔

امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں ایک بیوی کے ہوتے ہوئے کسی شخص کے لئے دوسرا نکاح کرنا بہت بڑا جُرم سمجھا جاتا ہے لیکن زنا وہاں شاید نکاح سے بھی زیادہ پاکیزہ سمجھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اگر اُن کی تقلید میں یک زوجگی کے قانون کو اپنانے پر اصرار ہے تو پھر دوسرے پہلو میں پوری طرح فراخ دلی کے ساتھ اُن کی پیروی کرنی پڑے گی۔

دیکھ لیجئے کہ انگلستان اور یورپ کا معاشرہ اس وقت جس بُحران میں مُبتلا ہے۔ اسکا واحد علاج تعدّدِ ازدواج ہے۔ لیکن اُن ملکوں کے لال بجھکڑ زنا کو جائز قرار دے لیں گے۔ لیکن ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دُوسری شادی کے ذکر کو بھی خلافِ تہذیب قرار دیں گے اور یہی حال وہاں کی عورتوں کا بھی ہے۔ وہ بیسوا اور داشتہ بن کر زندگی بسر کرنے میں تو کوئی قباحت نہیں خیال کرتیں۔ بلکہ کتنی اس ارمان میں بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر اُن کے سامنے تعدّدِ ازدواج کا نام بھی لے لیجئے تو یہ اُنکی شان میں ایک ایسی گستاخی ہو گی۔ جو کسی طرح بھی قابلِ معافی نہیں۔

ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یورپ کے مُلکوں میں یہ صورتِ حال ہے تو وہاں تعدّدِ ازدواج کو جائز ہونا چاہیئے۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ صورتِ حال نہیں ہے۔ یہاں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ اس وجہ سے یہاں اسکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے۔ کہ یہاں بھی صورتِ حال یہ نہیں ہے تو تعدّدِ ازدواج یہاں کب عام ہے؟ غُربا کا طبقہ جو بڑی اور اصلی آبادی کی حیثیت رکھتا ہے ایک سے زیادہ بیوی کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ اُن کے اندر تو شاید لاکھوں میں کوئی مثال تعدّدِ ازدواج کی مشکل سے ملے گی۔ صرف خاص برادریاں ہیں۔ کھاتے پیتے گھرانوں میں یہ خرابی موجود ہے۔ کہ اُن کے بعض افراد ایک سے زیادہ شادیاں کر لیتے ہیں اور بدقسمتی سے اس کی مثالیں بھی اُن کے ہاں ہی پائی جاتی ہیں۔ کہ وہ عموماً بیویوں میں انصاف اور مساوات کے تصوّر سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک جزوی شر کو مٹانے کے لئے ایک ایسا قانون بنا ڈالا جائے۔ جو معاشرہ کو ایک تار اور پابندی میں باندھ کر رکھ تو دیگا۔ لیکن اس سے مظلوموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرہ میں اسلامی حقوق اور عدل و انصاف کا احساس پیدا کیا

جائے۔ خصوصیت کے ساتھ عورتوں میں بھی اس بات کا کماحقہٗ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ اپنے شوہروں سے جرأت کے ساتھ اپنے حقوق حاصل کریں۔ جو اسلام نے اُن کو بخشے ہیں۔

تعدّدِ ازدواج اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ شروع سے یہ چیز موجود ہے۔ لیکن صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی کسی شخص کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ اپنی ایک سے زیادہ بیویوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی ادنیٰ بے انصافی بھی کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوّل تو معاشرہ میں اس بات کا احساس تھا کہ اسلام میں اس قسم کی ناانصافی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

دوسرے خود عورتوں کے اندر بھی اپنے حقوق کا اتنی شدّت کے ساتھ احساس تھا۔ کہ جہاں اُن کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی ہوئی وہ فوراً اپنا معاملہ عدالت میں لے کر پہنچیں۔

تعدّدِ ازدواج میں ایک مصلحت یہ بھی ہے۔ کہ اس صورت سے بوقت ضرورت شہوت کا انسداد بطریق جائز نہایت خوبی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اس طرح تہذیب نفس خاطر خواہ ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
مَنْ نَکَحَ فَقَدْ حَصَّنَ نِصْفَ دِیْنِہٖ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ بِالشَّطْرِ الْاٰخَرِ۔

ترجمہ:۔ جس نے نکاح کر لیا۔ اُس نے اپنے نصف دین کی حفاظت کر لی۔ اب رہا باقی دوسرا نصف، سو چاہیئے۔ کہ اس میں بھی وہ اللہ سے ڈرتا رہے۔ (مشکوٰۃ باب النکاح)۔

چونکہ علاج بقدرِ علّت ہی ہوا کرتا ہے اور باوجود قویٰ کی کمزوری کے طبائع کا عموماً ایک نکاح پر قناعت کلّی کرنا تجربہ سے ثابت نہیں ہے کہ ایک بیوی رکھنے والا تندرست شخص دوسرے خطرات سے بالکل محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا تسکین اور تہذیب نفس کیلئے ضرورتاً ایک سے زیادہ بیویاں کرنا امر ناگزیر ہے۔ اور کیسے نہ ہو۔ خدا محفوظ رکھے۔ کہ جب انسان پر غلبۂ شہوت ہوتا ہے۔ تو کوئی تقویٰ بھی اس کی مدافعت نہیں کر سکتا۔

بیشک شہوت کے دُور کرنے کی ایک تدبیر روزہ بھی ہے۔ تاہم بعض بہت طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے شہوانی وسواس کا مادہ منقطع نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ بدن میں ضُعف اور مزاج میں فساد کا لگاؤ نہ ہو اور یہ بات نکاح ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اور وہ بھی حصّہ بقدرِ جُثّہ۔

اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے۔ تاوقتیکہ انسان نکاح سے اپنی اصلاح نہ کرے۔ اُس وقت تک اُس کی کوئی عبادت بھی پوری اور مکمّل نہیں ہوتی۔

حضرت عکرمہ اور مجاہد رضی اللہ عنہما نے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس درجہ خلقۃً کمزور ہے کہ عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔ شہوت کے وقت انسان کی دو تہائی عقل جاتی رہتی ہے یا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے عورتیں عقلمندوں کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ صمدیت سے پناہ چاہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقَلْبِیْ وَشَرِّ مَنِیِّیْ۔

اے اللہ! میں تجھ سے سماعت، بصارت قلب اور منی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھ سے اس بات کا بھی سوال کرتا ہوں۔ کہ تُو میرے قلب کو پاک صاف کر دے اور میری شرمگاہ کو خطرات سے محفوظ رکھ۔

پیغمبرؐ کو تعدّدِ ازدواج کی خصوصیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی اُمنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں۔ محض تجرّد (اکیلا رہنا) میں گزارے۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب کی درخواست پر حضرت خدیجہؓ سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) آپ نے عقد کیا۔ ترپنؔ سال کی عمر تک پورے سکون و طمانیت سے اسی پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہی زمانہ تھا کہ آپ ساری دُنیا سے الگ غاروں اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور یہ اللہ کی نیک بندی آپؐ کے لئے توشہ تیار کرتی۔ اور عبادت الٰہی و سکون قلبی کے حصول میں آپ کی اعانت و امداد کیا کرتی تھی زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اُٹھ اُٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی معاند (ضدی)، سے معاند اور کٹر سے کٹر متعصّب دشمن بھی ایک حرف ایک لفظ ایک شوشہ آپ کی پیغمبرانہ عصمت اور خارق عادت عفاف و پاکبازی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا اور واضح رہے کہ یہ اُس اکمل البشرؐ کی سیرت کا ذکر ہے۔ جس نے خود اپنی نسبت فرمایا۔ کہ مجھ کو جو جسمانی قوّت عطا ہوئی ہے۔ وہ اہل جنت میں سے چالیس مردوں کے برابر ہے۔ جن میں سے ایک مرد کی قوت سو کے برابر ہو گی۔ گویا اس حساب سے دُنیا کے چار ہزار مردوں کے برابر قوت حضورؐ کو عطا فرمائی گئی تھی اور بیشک دُنیا کے اکمل ترین بشر کی تمام رُوحانی و جسمانی قوتیں ایسے ہی اعلیٰ اور اکمل پایہ کی ہونی چاہئیں۔

اس حساب سے اگر فرض کر لیجئے چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوّت کے شمار سے اس درجہ میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے۔ لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ ترپنؔ سال کی عمر اس تجرّد اور زُہد کی حالت میں گزاردی پھر حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اپنے سب سے بڑے جاں نثار و وفادار رفیق کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عقد کیا۔ ان کے سوا آٹھ بیوائیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ وفات کے وقت نو موجود تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ۔ (۲) حضرت حفصہ (۳) حضرت سودہ (۴) حضرت اُمّ سلمہ (۵) حضرت اُمّ حبیبہ (۶) حضرت زینب (۷) حضرت جویریہ (۸) حضرت صفیہ (۹) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن (ان میں پچھلی تین قریشی نہیں)

دُنیا کا وہ عظیم ترین انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو۔ کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے؟ پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کی عمر ۵۳ سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ باوجود عظیم الشان فتوحات کے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے تھے اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دھواں نہ نکلتا۔ پانی اور کھجور پر گزارہ چلتا، روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے۔ راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو جاتا۔ لوگ دیکھ کر رحم کھانے لگتے۔ عیش و طرب کا سامان تو کجا۔ تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو، ہمارے ساتھ رہے۔ جو دُنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے

ان حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے۔ کہ سب ازواج کے حقوق ایسے اکمل و احسن طریقہ سے ادا فرماتے۔ جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا اور میدانِ جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جوانمرد و بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے تھے اور زبان سے فرماتے :- اِلَیَّ عِبَادَ اللہ ! اَنَا رَسُوْلُ اللہ اور اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا بِنِ عَبْدُ الْمُطَّلِب۔

بیویوں کے معاملات و فرائض عبودیت و رسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتے۔ نہ کسی سخت سے سخت کٹھن کام میں ایک منٹ کے لئے ضعف و تعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارقِ عادت حالات اہلِ بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم نہیں۔ حقیقت میں جس طرح آپؐ کا بچپن اور آپؐ کی جوانی ایک معجزہ تھی۔ بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ حق تعالٰے نے آپ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاکباز متقیوں کے لئے کچھ نمونے رکھ دیئے ہیں۔ جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اُن کی عملی رہبری کر سکیں۔

ازواج مطہرات کی جس نام نہاد کثرت پر مخالفین کو اعتراض ہے۔ وُہی امت مرحومہ کے لئے اس کا ذریعہ بنی۔ کہ پیغمبر کا اتباع کرنے والے مرد اور عورتیں ان حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں گویا کثرت ازواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی۔ کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اُسوۂ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔

نیز مختلف قبائل و طبقات کی عورتوں کے آپ کی خدمت میں رہنے سے اُن قبائل اور جماعتوں کو آپکی دامادی کا شرف حاصل ہُوا اور اسی طرح ان کی وحشت و نفرت بھی کم ہوئی اور اپنے کنبہ کی عورتوں سے آپکی پاکدامنی، خوبیٔ اخلاق، حُسن معاملہ اور بے لوث کیریکٹر کو سُنکر اسلام کی طرف رغبت بڑھی۔ شیطانی شکوک و اوہام کا ازالہ ہُوا۔ اور اس طرح خدا کے عاشقوں، آپ کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی۔ جس سے زیادہ پرہیزگار و پاکباز کوئی جماعت بجُز انبیاء کے آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی بڑے کیریکٹر رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا۔ کہ تیار ہو سکے۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

فطرتی تقاضے

گو مذکورہ تمام ازواج بہت شریف النفس اور زہد و عبادت میں ممتاز تھیں۔ پھر بھی بشریت سے تو خالی نہ تھیں۔ رنگ و نسل اور مزاج کے اختلافات رنگ لاتے تھے۔ کبھی کبھی باہم تکدّر بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ رشک بھی پیدا ہوتے تھے۔ تقریبًا تمام کے تمام ہی امیر اور فارغ البال گھرانوں کی چشم و چراغ تھیں۔ راحت و آرام سے زندگی بسر کرنے کی قدرتی خواہش اُن کے قلوب میں موجزن تھی۔

آپؐ حضرت خدیجہؓ کو کبھی نہ بھُولتے تھے جب یاد آتیں تو آبدیدہ ہو جاتے۔ قرآنِ کریم میں بیویوں میں قیامِ امن کی بہت تاکید کی ہے۔ آپ سے زیادہ اس پر عمل کرنے والا اور کون ہو سکتا تھا۔

ازواج مطہرات کو جو محبت اور تعلق حضورؐ کے ساتھ تھا۔ اُس نے قدرتی طور پر آپسمیں ایک طرح کی کشمکش پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضورؐ کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔

علاج انسدادِ زنا

اسی کسر شہوت ہی کے لئے بعض صالحین کا یہ طریقہ بھی رہا ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔

بحسب ضرورت و شہوت ایسے ہی خطرات کی نفی کے لئے حضرت ابن عباسؓ نے بھی فرمایا ہے کہ خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ اَکْثَرُ نِسَاءً۔ اس امت کا بہتر وہ شخص ہے کہ جو چار کے اندر بہ حیثیت بیویوں کے زائد ہو اور اب بھی جس کے لئے دراصل ایک عورت کافی نہ ہو۔ اس کے لئے ایک سے زائد نکاح کرنا مستحب ہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے عین ساتویں روز اپنا اور نکاح کر لیا تھا باوجودیکہ آپ سب صحابہ سے زاہد تھے۔ آپکی چار بیویاں اور سترہ باندیاں تھیں۔ حضرت سفیان بن علبہؓ کا ارشاد تھا کہ چار کے اندر سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا دُنیا داری نہیں ہے۔

نیز منقول ہے۔ کہ حضرت امام حسنؓ بھی بہت نکاح کرنے والوں میں تھے۔ حاصل یہ ہے کہ صحابۂ کرام میں سے بہتیرے ایسے اصحاب تھے۔ کہ جنکی تین تین اور چار چار بیویاں ایک وقت میں رہتی تھیں اور ایسے حضرات کہ جن کی دو دو بیویاں تھیں بہت تھے۔ بہرحال جب علّت معلوم ہو گئی۔ تو علاج بھی بقدرِ علت ہی ہونا چاہیئے۔

دفع شُبہ رفع اشکال

اس زمانہ میں یہ کہنا کہ پہلے جیسی طاقتیں نہیں رہیں۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ سرے سے تعدّد کی قابلیّت ہی مفقود ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ سلف میں اگر ضرورت کے وقت تین اور چار بیویاں فراہم رکھنے کا دستور تھا۔ تو اب ضرورت کے وقت دو ہی پر اکتفا کریں تاکہ طمانیتِ قلب بوجہ احسن حاصل ہو۔ چنانچہ جو تکلیف اشراف نفس، محتاط مزاج ایک بی بی والوں کو زمانہ حمل اور رضاعت میں درپیش ہوتی ہے۔ سمجھنے کے لئے وہ بہت کچھ ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ کثرت ازواج سے اولاد زیادہ پیدا ہو گی، تو جہاں یہ درست ہے، وہاں یہ بھی آپ کو ماننا پڑے گا۔ کہ اگر کسی کے اولاد مقدر ہی میں نہیں ہے۔ تو وہ چاہے کتنی ہی بیویاں کیوں نہ کرے اس کے اولاد ہونا یا ہو کر زندہ رہنا محال ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

تصحیح

۲ ستمبر کے پرچہ میں بچوں کے صفحہ پر غلطی سے چھپ گیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وہ آنحضرتؐ کی چچی تھیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے والد ماجد حضرت ابوطالب حضورؐ کے چچا ہوتے ہیں۔

قارئین کرام درست فرما لیں۔

معاوضۂ کلیم کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت

خرید و فروختِ معاوضۂ کلیم کی گرما گرمی سے متاثر ہو کر چند احباب کے مشورہ پر میں نے ۷ جولائی کو لاہور کا رُخ کیا۔ ۸ تاریخ کو لاہور پہنچ کر خرید و فروخت معاوضۂ کلیم کے متعلق استفسار کرنے پر معلوم ہُوا کہ لاہور کا کوئی کوچہ ایسا نہیں جہاں اس کاروبار کے دو چار دلال نہ ہوں۔ چنانچہ یہ حقیقت محض نئی انار کلی سے جا بجا آویزاں خدا جھوٹ نہ بُلوائے تو کم از کم دس سائن بورڈوں نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دی۔ میں نے بھی ایک سے بالمشافہ گفتگو کی اور اندازہ لگایا کہ یہ تو کوئی ایسا جال پھیلا ہُوا ہے جس سے صرف شرعی مشورہ ہی بچا سکتا ہے۔

میری ژولیدہ نگاہی اور پریشان فکری مجھے جناب مولانا جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی خدمت میں لائی۔ جہاں نہ صرف مجھے تسکین قلب کا سامان نظر نہ آیا۔ بلکہ عوام کے لئے بھی ایک روشن راہ نکل آئی۔ میں تو بحمد اللہ الٹے پاؤں واپس آگیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے فعل سے بچا لیا۔ جسمیں گناہ کا شائبہ موجود تھا۔

چونکہ قبلہ مفتی صاحب نے مجھے اجازت مرحمت فرما دی ہے کہ اس پیچیدہ مسئلہ کو اخبارات وغیرہ کے ذریعہ سے عوام پر واضح کیا جائے۔ اس لئے فتویٰ متعلقہ کو خدام الدین کے ذریعہ سے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں تاکہ عامۃ النّاس اس گرداب سے آشنا ہو جائیں۔

خادم النّاس
یونس علی خاں ایم، اے۔ وائس پرنسپل ۔۔۔۔ تربیت گاہ اساتذہ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں۔

استفتاء

آج کل اکثر لوگ اپنی معاوضۂ کلیم میں دی ہوئی رقوم کو ۵۰ فیصدی اور ۶۰ فیصدی پر یعنی ۴۰ فیصدی یا ۴۵ فیصدی کم پر فروخت کر رہے ہیں اور وہ لوگ جن کے کلیم نہیں ہیں کم قیمت پر خرید رہے ہیں۔ کیا یہ بیع و شرا، شرعی نکتۂ نگاہ سے جائز ہے جبکہ فروخت کرنے والے کو بھی یہ خطرہ لاحق ہو کہ اسکا کلیم غلط ہونے کی صورت میں اس کی رقم ضائع ہونے کا احتمال ہے اور خریدنے والا بھی اس خطرہ میں گرفتار ہو۔ اس ضمن میں جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب قبلہ مدظلہٗ سے فتویٰ طلب کرتا ہوں۔ ازراہِ بندہ پروری میری رہنمائی فرمائیں۔

خادم۔ یونس علیخاں وائس پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ سکول ڈیرہ اسماعیل خاں۔ وارد حال لاہور

الجواب

مبسملاً و محمدلاً و مصلّیاً و مسلماً

پوری حقیقت واضح کرنے کے لئے کلیم کتاب معاوضہ بیع و شرا کی حقیقت لکھنی ضروری ہے۔ اس سے مسئلہ صاف ہو سکتا ہے۔ اس لئے امورِ ذیل ملاحظہ کیجئے:۔

(۱):۔ کلیم کو تبادلہ کہنا صرف ایک سیاسی چیز ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے کیونکہ تبادلہ یہ ہوتا ہے کہ زید اپنی ملک عمر کو دے اور عمر اسکے بدلہ میں اپنی ملک زید کو دے۔ یہاں مہاجرین نے پاکستان کو اپنی کوئی ملک نہیں دی ہے۔ رہا شرقی و مغربی پنجاب کا حکومتی تبادلہ تو وہ صرف لفظ ہی لفظ ہیں۔ نہ اسوقت تک ان جائدادوں کی جو ترک ہونیوالی تھیں وہ حکومت مالک تھی نہ یہ، بلکہ خود عوام اپنی اپنی مِلک کے مالک تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حکومت کی مِلک قائم ہو سکتی تھی۔ اس لئے یہ قبل از وقت قبل از ملک و قبضہ ایک مہمل بات اور لفظی چکر تھا۔ اس لئے یہ تبادلہ کسی صورت سے نہیں ہو سکتا۔

ہاں اسلامی قانون سے جو کافروں کی جائدادیں جنگ و قوت و قہر سے حاصل کی جاتی ہیں وہ غنیمت ہے اور جو غلبہ کے بعد خراج و جزیہ وغیرہ کی صورت سے حاصل کیا جاتا ہے وہ فیئ ہے اور جو مال صلح ہدیہ یا بلا وارث چھوڑ جانے سے حکومت کو حاصل ہوتا ہے وہ حکمی فیئ ہے۔ پاکستان میں کی متروکات اسی تیسری قسم کی ہیں یہ بیت المال کی مِلک ہو گئیں۔ مگر ان کو غرباء پر تقسیم کرتا ہے۔ مہاجرین غرباء کی امداد کرنی ہے۔ چونکہ ہر شخص بڑی سے بڑی امداد کا طالب ہوتا۔ اس لئے نزاع دُور کرنے کے لئے حکومتِ پاکستان نے ..... ایک معیار مقرر کر دیا کہ سابق حیثیت کا ثبوت دیدیا جائے۔ وہ کلیم ہُوا اور حکام کی تحقیق و تنقید کے بعد جو حیثیت قرار پائی۔ وہ فیصلۂ حیثیت ہے۔ اس کے بعد فارم نمبر۱ کے بعد جو معاوضہ کی کتاب ملی ہے وہ امداد کے وعدہ کی کتاب ہے۔

(۲):۔ بیع و شرا مال کی ہوتی ہیں۔ کتاب معاوضہ جو در حقیقت وعدہ امداد کی تحریر ہے خود تو کوئی مال نہیں ہے کہ اس کی بیع و شرا درست ہو سکے اور جس وعدہ کی کتاب ہے وہ وعدہ بھی ابھی تک مال نہیں کہ اسکی بیع ہو سکے۔ اس لئے اس کا جواز سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

(۳):۔ جس طرح قرض میں حوالہ دُرست ہے کہ زید کا قرض عمر پر ہو اور عمر کا بکر پر ہو تو عمر زید سے کہہ دے کہ تم اپنا قرض جو میرے ذمہ ہے بکر سے وصول کر لینا جو بکر کے ذمّہ ہُوا واجب ہے اور بکر بھی اس کو قبول کر لے تو یہ حوالہ درست ہے۔ یہ صورت یہاں ہو سکتی اگر قرض ہوتا۔ لیکن یہاں قرض نہیں صرف امداد کا وعدہ ہے جو قرض کی طرح وجوب نہیں رکھتا کہ اس کا حوالہ کیا جا سکے۔ کیونکہ وعدہ کے خلاف کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور قرض نہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کو حوالہ قرار دینا بھی مشکل ہے اور پھر سب کا قبول بھی ضروری ہے۔

(۴):۔ جب سے حکومت نے بیع کی اجازت دیدی ہے تو گویا سب کا قبول کرنا ہو گیا۔ اور مثل قرض کے مقررہ مقدار ۶۰ فیصد اور ۵۰ فیصد کا وعدہ پختہ کر کے اس کو مثل قرض کے قرار دیدیا۔ بیع کی اجازت دینا خود اس وعدہ کو ضروری و واجب مثل قرض کے قرار دینا ہو گیا اور سب کی منظوری پر حوالہ درست بن گیا۔

(۵):۔ لیکن حوالہ میں کمی بیشی سود بن جاتی ہے۔ ایک ہزار کے حوالہ میں نو سو لینا، درمیان والے کو سو کا سود اور گیارہ سو لینا تیسرے کو سو کا سود ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان اعلانات کے بعد بھی کمی بیشی حرام سے خالی نہیں بن سکتی۔

(۶):۔ لیکن عام لوگ پریشان ہیں اور اس حرام میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس خالص حرام سے نکالنے کے لئے بدرجہ مجبوری ایک تدبیر بن سکتی ہے۔ کہ مثلاً اگر ایکہزار کا کلیم آٹھ سو میں دینا ہو تو فروخت نہ کریں۔ بلکہ اس شخص سے آٹھ سو روپیہ پہلے قرض لیں اور قرض لے کر اب معاوضہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر کالم ۳)

محمد شفیع عبداللہ صاحب میرپور خاص

اللہ تعالیٰ کا احسان

گذشتہ سے پیوستہ

ایمان کی طرف رہنمائی

ایمان کی دولت کا ملنا اور نیک اعمال کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ہے۔ اس لئے انسان پر واجب ہے کہ ہر نیکی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سمجھے اور نیکی پر فخر اور غرور کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر بجا لائے۔ جس نے نیک اعمال کی توفیق بخشی

یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (الحجرات آیت ۱۷)

ترجمہ:۔ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں۔ کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتلاؤ۔ بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے ایمان کی طرف تمہاری رہنمائی کی اگر تم سچے ہو۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں:۔ "جو نیکی اپنے ہاتھ سے ہو اپنی تعریف نہیں، رب کی تعریف ہے جس نے کروائی"۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں:۔ "بعض آدمی اسلام لانے کا احسان آپؐ پر جتلاتے ہیں۔ ان سے کہہ دو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ کہ اس نے ایمان کی رہنمائی فرمائی۔"

حاصل کلام مومن کا یہ نظریہ ہونا چاہئیے

وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ○ (ھود آیت ۸۸)

ترجمہ:۔ اور مجھے تو صرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ایک واقعہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بصیرت افروز واقعہ پر غور کریں۔ بھائیوں کا حسد، باپ سے جدائی اور ترکِ وطن کا باعث بنا۔ آپ نے امراۃ العزیز کی ناجائز خواہش کو ٹھکرا دیا، اور قید میں جانا قبول کر لیا۔ آخر قید سے چھٹکارا حاصل ہوا۔ حق آشکارا ہو گیا کہ امراۃ العزیز خطاکار تھی اور آپ معصوم تھے۔ بادشاہِ وقت نے ملک کے خزانوں پر آپ کو مامور کر دیا۔

بھائی ملے۔ باپ ملا۔ دُکھ کے ایام سُکھ میں بدل گئے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام یہ سب کچھ اللہ کے فضل سے سمجھتے ہیں۔

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ط (یوسف آیت ۹۰)

ترجمہ:۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

اہلِ جنّت

متقی جنّت کی ہر قسم کی نعمتوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کریں گے۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ○ (الطور آیت ۲۷، ۲۸)

ترجمہ:۔ پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا۔ بے شک ہم اس سے پہلے اُسے پکارا کرتے تھے۔ بیشک وہ بڑا ہی احسان کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

دعا

اے ارحم الراحمین! تو ہم پر اپنا احسان فرما۔ اور ہمارے دونوں جہان سنوار دے۔

آمین

خدام الدین گھر گھر پہنچایئے

بقیہ: معاوضہ کلیم ......

(صـ۱۷ سے آگے)

کی کتاب دے کر یہ معاملہ کریں کہ وہ ان میں سے آٹھ سو روپیہ اپنا قرض وصول کر لے اور دو سو روپیہ اس اجرت میں کہ اس کو دوڑ بھاگ کاغذ کی خرید، لکھوائی، ٹکٹ، محصول دیں، تانگہ وغیرہ اور وقت دینا ہو گا دیتے ہیں وہ لے لے۔ اس طرح سے حوالہ ایکھزار کا ہو جائے تو امید ہے کہ اس گناہ سے بچنا ہو جائے گا۔ کیونکہ کام اور کوشش کا معاوضہ جو باہم رضامندی سے طے ہو جائے درست ہے۔ کم ہو یا زیادہ۔

(۷):۔ اس کے بعد ایک اور بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ ۸۰۰ قرض کا حوالہ اور ۲۰۰ اجرت کا حوالہ ہے۔ اگر کلیم غلط ثابت ہو گا اور لینے والے کو ایکھزار سے کم یا بالکل وصول نہ ہو گا۔ تو یہ ۸۰۰ قرض اور ۲۰۰ اجرت کے دینا ضروری ہونگے۔

(۸):۔ ہاں اگر اجرت یا قرض میں سے باقی کو کوئی معاف کر دے تو معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد لاہور۔ ۱۵ محرم الحرام ۸۰ھ ہجری

بچّوں کا صفحہ :۔

نمونہ

جناب مناظر حسین صاحب منظر (لاہور چھاؤنی)

پیارے بچّو! لو ایک کہانی سُنو۔ ایک شہر میں ایک چھوٹا سا خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے کل چھ افراد تھے۔ منشی زاہد، اس کی بیوی عابدہ اور ان کے چار بچّے اکرم، اسلم، حامد اور مجید ——

عید کا تہوار جب قریب آیا تو بچّوں نے باپ سے کہا "ابّا جی! ہم عید پر نئے کپڑے پہنیں گے۔" باپ نے بچّوں کو پیار کرتے ہوئے کہا "کیوں نہیں۔ میرے بچّے عید کو نئے کپڑے ضرور پہنیں گے۔" چنانچہ اگلے روز وہ بازار گئے۔ ایک دُکان سے کپڑا خریدا اور اسے لے کر درزی کے پاس پہنچے۔ بُوڑھا درزی چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر مُسکرایا۔ ننّھے بھی کِھلکھلا اُٹھے۔ منشی زاہد نے کپڑے کا بنڈل بڑے میاں کے آگے رکھ دیا اور کہا "بڑے صاحب! عید قریب ہے۔ ذرا بچّوں کا ناپ لے کر کپڑے تیار کر دیں۔ بُوڑھے درزی نے مُسکراتے ہوئے بچّوں کا ناپ لیا اور کہا "آپ چار روز بعد تشریف لے آئیں۔ کپڑے تیار ہونگے۔" منشی زاہد نے کہا "بڑے میاں! اکثر درزی سچّا وعدہ نہیں کرتے۔ لیکن آپ کے متعلّق ہمارا گمان ایسا نہیں ہے۔ آپ تو بڑے نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" اس کے بعد منشی جی نے کپڑوں کا نمونہ سمجھایا "ہاں ذرا لمبائی کا خیال رہے۔ چوڑائی میں فرق نہ آنے پائے۔ آستینیں پُوری ہوں۔ پائجامہ ٹخنوں سے نیچا نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔"

چلتے وقت منشی جی نے وعدہ کا خیال رکھنے کو کہا اور اس پر زور دیا کہ کپڑے نمونے کے خلاف نہ ہوں۔ منشی زاہد معصوم بچّوں کو لے کر گھر کی طرف آ رہے تھے۔ راستے میں بڑا بازار پڑتا تھا۔ بازار میں بڑا ہجوم اور ہر طرف ریل پیل تھی۔ بھیڑ کی وجہ سے چلنا دُوبھر تھا۔ منشی جی نے بازار سے ہٹ کر گھر کی طرف جانا چاہا۔ بچّوں نے ضد شروع کی کہ ہم تو بازار میں سے ہو کر گھر جائیں گے۔ منشی جی نے کہا "بھیڑ میں سے گزرنا اچھّا نہیں۔ تم میں سے کسی کے چوٹ نہ آ جائے۔ یُوں بھی ہمارے پیارے نبیؐ نے بازاروں میں زیادہ گھُومنے پھرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا فرمان ہے بازاروں کی زیادہ آبادی اللہ کے ہاں غضب کو بُلانے والی ہے۔" اچھّے بچّوں نے یہ سُنتے ہی اپنے ابّا کی بات مان لی۔

پیارے بچّو! ہم سب کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ بڑوں کا حکم ماننے میں بڑی برکتیں ہیں۔ خیر! منشی جی بچّوں کو لے کر گھر پہنچے۔ ماں کی مامتا راہ دیکھ رہی تھیں۔ نظر پڑتے ہی بلائیں لینا شروع کر دیں۔ سچ ہے ماں کی محبّت بڑی چیز ہے۔ جب ہی تو ماں کی خدمت کا شریعت میں بڑا درجہ ہے۔ چار دن گزر گئے جو بچّوں نے بڑی بے چینی سے گزارے تھے۔ وعدہ کے دن ابّا جی کو لے کر درزی کی دُکان پر گئے۔ نئے کپڑوں کی چاہ دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ للچائی ہوئی نظروں سے درزی کو دیکھا اور کہا "بڑے صاحب! ہمارے کپڑے سِل گئے؟" بوڑھے درزی نے الماری سے کپڑے نکالے اور سامنے رکھ دیئے۔ ساتھ ہی سلائی کا بِل بھی پیش کر دیا۔ جونہی منشی جی نے ننّھے اسلم کی قمیص دیکھی۔ ٹھٹک کر رہ گئے۔ آستینیں پُوری نہ تھیں۔ لمبائی ضرورت سے کم، چوڑائی حد سے زیادہ، تمام کپڑا ہی برباد تھا۔ دُوسروں کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش آیا۔ اب تو ننّھے ننّھے معصوم چہرے کملا گئے۔ شوق کی جگہ حسرت نے لے لی۔ خوشی غمی میں تبدیل ہو گئی۔ عید قریب ہے، ہمارے نئے کپڑے!

وہ اس خیال میں گُم ہو کر رہ گئے۔ کیوں نہ ہوتا۔ یہ سب کپڑے ان کے دیئے ہُوئے نمونے اور پیمائش کے خلاف بنے تھے۔ درزی پر غُصّہ آیا اور کپڑے اس کے سامنے ٹیک دیئے۔

"بڑے میاں! آپ مزدوری مانگتے ہیں۔ آپ نے تو ہمارے کپڑے کا ستیاناس کر دیا۔" بُوڑھے نے کہا۔ "آپ کا کپڑا ہی کم تھا۔ میں مجبور تھا۔"

"تو آپ نے کپڑے نہ بنائے ہوتے آخر کپڑا مٹّی میں ملانے کے لیئے تو آپ کو نہ دیا گیا تھا۔ آپ کا قصور ہے۔ مہربانی سے سلائی کے کپڑے کی قیمت ادا کیجئے۔"

بُوڑھا شریف آدمی تھا۔ غلطی مان گیا۔ ماننے کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا۔ منشی جی کے بچّوں کا دل ٹُوٹ چکا تھا۔ انہیں عید کی یاد تڑپا رہی تھی۔ منشی جی نے بچّوں کو تسلّی دی اور عید سے پہلے دُوسرے کپڑے سلوا دینے کا وعدہ کیا۔ بچّے ایک بار پھر نئے کپڑے سلوانے کی خوشی میں جھُومنے لگے۔ بُوڑھے کو افسوس ہُوا۔ اے کاش! میں کپڑے نمونے اور سائز کے مطابق بناتا۔ مگر اب کیا ہووت ہے۔ جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔

پیارے بچّو! غور کرو۔ اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ہم سب کو اللہ میاں نے پیدا کیا ہے۔ ہمیں زندگی جیسی انمول نعمت دی ہے۔ سوچنے اور سمجھنے کے لئے دماغ دیا ہے اور دیکھنے کے لئے آنکھیں! اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیدھا راستہ دکھانے کے لئے اپنے نبی اور رسُول بھیجے ہیں اور سب سے آخری رسول ہمارے پیارے آقا محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سارے جہانوں کے لئے رحمت اور نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو پیارے حبیبؐ کی زندگی کے مطابق نہ ڈھالیں گے تو خدا تعالیٰ ہمیں کبھی پسند نہیں کرے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے منشی زاہد اور ان کے بچّوں نے وہ کپڑے پسند نہیں کیے جو درزی نے ان کے بتلائے ہوئے نمونے، ناپ اور سائز کے خلاف بنائے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتائے ہوئے نمونہ کے مطابق

ایڈیٹر
عبدُ المنّان
چوھان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماھی چھ روپے
سہ ماھی تین روپے

منظور شدہ
محکمۂ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مؤرخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۳۰/۲۷/۲۴۸۱ مؤرخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدّام الدّین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا